ابوالعلا محمد اسمٰعیل گودھروی

تفسیر القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

(دوسری قسط)

مختلف و متفرق فوائد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیلؑ کے طریقہ پر دعوت ملت ابراہیم کیا کرتے تھے۔ اور اس سے پیشتر آپ احیاء ملت حضرت یعقوب (اسرائیلؑ) کے طریقہ پر بواسطہ حضرت موسیٰؑ کیا کرتے تھے اور آپ عموماً مخصوص شریعت موسیٰؑ کی اتباع کیا کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے قرآن کی پہلی سورتوں میں یعنی جو پہلے نازل ہوئی ہیں ان میں آیا ہے۔

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدًا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ (مزمل ۱۴)

بے شک ہم نے تمھارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر قیامت کے روز گواہی دیں گے جیسا ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے عالم اور پوری دنیا کو تحدی و عجز کی دعوت دی۔ اگر تم کو اس میں شک ہے کہ توراۃ اور قرآن اللہ تعالیٰ کی کتابیں نہیں ہے تو ان کی تعلیم کے برابر کوئی اور کتاب لاؤ، اگر ان سے زیادہ ہدایت اس میں ہے تو آپ اس کی پیروی و اتباع کے لئے تیار ہیں۔ یہ تحدی اور عجز سارے عالم کے لئے تھا۔ لیکن عرب کی تحدی تو یہ خاص قرآن اور لفظ قرآن کے

ذریعہ کی گئی۔

میں نے آج کے موجودہ یہود و نصاریٰ جو حنیف اور مائل بحق ہیں ان کو عموماً تعلیمات تورات کی اتباع کرتے پایا۔ اور صابیہ جو مجوس ایران و فارس میں ہیں ان کے پاس زردشت کی کتاب ہے۔ ہندوؤں کے دو گروہ ہیں۔ جو یہود و نصاریٰ جیسے ہیں۔ ایک برہمن جن کے پاس ان کی کتاب "ویدک" ہے جس کی وہ اتباع کرتے ہیں اور یہ یہودیوں جیسے ہیں۔ دوسرا گروہ "سمنیہ" (جینی) ہے جو بودہ کی اتباع کرتا ہے اور نصاریٰ جیسا ہے۔ ان کے سامنے بودہ کی حکمت کی اتباع ہے لیکن مجوس ایران، اور ہندوستان کے برہمنوں اور سمنیہ (جینیوں) کے پاس توراۃ جیسی کوئی کتاب نہیں ہے اور ان لوگوں کو خود اس کا اعتراف ہے۔

صابیہ میں ایک ایسی جماعت ہے جو نظریات عقلیہ پر اعتماد کرتی ہے جن کا "مرکز" یونان و روم ہے۔ جب یہ لوگ جمع ہوتے ہیں اور ایسے قانون کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو شہروں کی بلدیات اور میونسی پالٹیوں سے بہتر ہو۔ تو یہ لوگ اہل کتاب کو اپنے سامنے دہر لیتے ہیں۔ اور جو ان کے مزاج و منشاء کے موافق ہوں اسے لے لیتے ہیں۔ اور اگر یہ قانون امت عامہ کے لئے ہے تو وہ جابر اور زبردست بادشاہوں سے امداد و اعانت چاہتے ہیں یا پھر تمام اپنے دین و مذہب کی طرح رجوع کرتے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب جو شرائع کو منضبط کرتی ہو اور جو انبیاء کرام سے ماخوذ ہو تورات کے مانند نہیں ہے۔

پھر یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا دین کسی خاص بقعہ زمین اور خاص قطعہ زمین یا خاص قوم و ملت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ساری زمین پر جمعیۃ انسانی جو زمین پر آباد ہے اس کے لئے ہے اور حضرت ابراہیم کے بعد کوئی پیغمبر اور آدمی ایسا نہیں ہوا، جو پوری انسانیت کے حق میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے مانند ہو اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے:

انی جاعلک للناس اماما: ؎ ہم نے تم کو لوگوں کے لئے امام بنایا ہے

؎ حضرت "ابراہیم" علیہ الصلاۃ والسلام تاریخ میں عجیب و غریب شخصیت رکھتے ہیں۔ کروڑوں انسان،
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس قول کے یہی معنیٰ اور مطلب ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ملت کی رُوح ایسی تھی کہ اجتماعات انسانیہ سے شاہی اور شہنشاہی، راجہ مہاراجہ کی ملوکیت کو توڑ دیا جائے اور اس طرح مخلوق کی الوہیت و الہیت کو توڑ دینا بھی ملت ابراہیمی

حاشیہ صفحہ گزشتہ: یہود اور عیسائی اور مسلمان عقیدت و محبت اور اخلاق کی پاکیزگی کے جذبات حضرت ابراہیم کا نام لیتے ہیں "زبور" "توراۃ" اور "انجیل" میں حضرت ابراہیم کی تاریخ حیات کا ذکر موجود ہے اور قرآن حکیم تو حضرت ابراہیم پر نہایت مبسوط روشنی ڈالتا ہے اور حضرت ابراہیم کی عظمت و جلالت کو کافی اجاگر کرتا ہے، اور دل و دماغ آپ کی تاریخ سے اجتماعی زندگی، حکومت، و سلطنت کے نصب العین کے ساتھ ربط و نسبت پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں ہمیں فطری و جبلی رشد و ہدایت کا پروگرام ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے خلافت و سلطنت ان کا پیدائشی حق ہے۔ جو انہیں خلیفہ کی حیثیت سے خدا کی جانب سے ملنا چاہیئے اور بالآخر انہیں یہ حق مل کر رہا۔

حضرت ابراہیم اپنی ایک موثر و پرتاثیر دعا میں ایک امت، ایک ملت، ایک نظام، ایک دستور العمل، ایک سچا مذہبی نظام، ایک اجتماعی ہیئت کا پروگرام، با اقتدار مختار ہیئت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اگرچہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں ربانی خلافت و سلطنت قائم نہ ہو سکی۔ لیکن روئے زمین کے ایک جابر بادشاہ نمرود کی آتش فشاں طاقت کا مقابلہ سلطنت کے قیام میں بنیادی تصور اور باضابطہ مظاہرہ تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کو خلیفۃ اللہ بنا کر اس وقت بھیجا گیا جب دنیا کو اس کی ضرورت تھی۔ انہیں حکومت الٰہی، خلافت الٰہیہ حکومت و سلطنت کا خلیفہ اور اجتماعی ہیئت کا رہنما ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن نمرود دنیا کی حکومت و سلطنت کے سارے نظام کا شخص واحد مالک و مختار بن بیٹھا تھا یہ ایک ایسی خرابی تھی جو کسی طرح برداشت نہیں کی جا سکتی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کا مقابلہ میں ڈٹ جانا ان انسانی خرابیوں کے رفع کرنے ہی کے لئے تھا نمرود کا تاریخی مقابلہ اور اچھی فطری حکومت کا قیام، بدسے بد حکومت کے اقتدار کا خاتمہ ہی سمجھنا چاہیئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ذمہ داریاں دینی و مذہبی تھیں، اس لئے اجتماعی بھی تھیں اور سیاسی، تمدنی، معاشی عمرانی بھی تھیں، روحانی بھی تھیں اور مادی بھی تھیں، یہ تمام تر ذمہ داریاں حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں موجود ہیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

کی رُوح تھی اور یہی توحید خالص ہے ۔ اور ہر سلیم الفطرت انسان اسی فکر کا ترجمان ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان جو اسی کے مثل ہے حاکم بن کر نہ رہے اور ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ اسکا مرجع باہمی مشاورت ہو اور ہر ایک اس منشور میں داخل ہو، اور یہ کہ یہ تمام باتیں انسان کی فطرۃ میں داخل ہیں ۔

بقیہ صفحہ گزشتہ :

اے مالک و مختار، پروردگار اس شہر کو تو شہر امن، بلد امن بنا دے اس شہر کو کھانے کے لئے پھل دے ۔ پروردگار ہم کو اپنی حکومت کا علمبردار مسلمان اور مطیع بنا دے ۔ میری اولاد میں فرمانبردار امت کی تشکیل عطا فرما ۔ ہمیں حج کے اجتماع میں عام قواعد کی تعلیم دے جو ان میں رسول بھیج کر ان پر تیرے احکام کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب مجموعہ قوانین کی تعلیم دے جو انھیں حکمت سکھائے ان کو پاکیزہ بنائے"۔

اس کا جواب بھی پروردگار کی جانب سے مل گیا ۔

"ہم نے بیت اللہ، کعبہ کو ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ کے گھر کو انسانوں کا مرکز بنایا ۔ اور امن کا دارالسلطنت قرار دیا ۔ ملت ابراہیمی سے وہی شخص روگردانی کرسکتا ہے جو خود رجعت پسند ہو ۔ ہم نے اس امت کے ارکان کو دنیا میں پسندیدہ درجہ عطا کیا اور ابراہیمؑ آخرت میں نکو کاروں میں سے ہیں"۔ (قرآن کریم پ بقرہ، رکوع ۱۴-۱۵)

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت صالحؑ تک ہر پیغمبر اسلام کا علمبردار تھا لیکن حضرت ابراہیمؑ نے خلیل اللہ کا خطاب حاصل کر کے جس کام کا علم بلند کیا وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ایک جدید طرز کا تھا ۔ اسلام عزیز سابقہ کی طرح ابتداء سے ساتھ تھا ۔ لیکن اس نے اپنے انقلاب کے تصور کے لئے عہد ابراہیمی کو پسند کیا ۔ اس تصور نے مذہب توحید بن کر اسلام کا نام پایا ۔ اسلام نے اجتماعی میدان میں کھڑے ہو کر امت کی تشکیل کا اعلان کیا ۔ اس تشکیل نے اپنی ترقی کے لئے حضرت ابراہیم کا دامن رشد تھاما اور جو کچھ ترقی کرنی تھی کی ۔

ومن یعمل من الصالحات	اور جو شخص نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت
من ذکر او انثی وھو مومن فاولٰئک	بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے
یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیرا	اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا
ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہٗ	اس کا دین ہوگا ۔ جو کہ اپنا رُخ اللہ کی طرف جھکا دے ۔

(بقیہ اگلے صفحہ)

ایک ترقی پسند جو اندروئے عقل بہت ترقی کئے ہوئے ہے وہ بھی ثابت کرتاہے کہ جسم وجسمانیہ سے ماوراء ایک اللہ ہے اور وہ اس کائنات سے بواسطہ صفات لازمہ مستلزم ہے جب ایک انسان الوہیۃ کے بارے میں غور وفکر کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ ہرشے محسوس جس کا انسانی

بقیہ صفحہ گزشتہ:

لله وهو محسن واتبع ملة ابراهيم حنيفا واتخذ الله ابراهيم خليلا : (نساء پارہ ۵ رکوع ۴۷)

اور وہ مخلص بھی ہے اور وہ ملت ابراہیم کی اتباع کرے جس میں کوئی کجی نام کو نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خالص دوست بنایا۔

قرآن عظیم کی یہ آیت بڑی حیرت انگیز آیتوں میں سے ایک ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرد اور ہر شخص کے لئے ایمان ضروری ہے اور ایمان اعلیٰ درجے کے کمال سے پیدا ہوتا ہے اور مومن ایک ناقابل انکار کا حق رکھتا ہے۔

حضرت ابراہیم پہلے شخص ہیں جنھوں نے قومیت کے محدود مفہوم کو عملی سیاست میں لاکرامت وملت کو کھڑا کردیا۔ جس نے ساری دنیا کو سبق حاصل کرنے کا موقع دیا کہ ایک عالمگیر حکومت کے لئے عالمگیر امت کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ یہی وہ دور ہے جس کے تاریخی فیصلوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت ابراہیم خدا کے نائب تھے جنھوں نے قوم کی اجتماعی قدروقیمت کو متعین کیا اور جدید اصول کی بنیاد ڈالی۔ قرآن عظیم میں ہے

ان ابراهيم كان امة قانتا لله (نحل) ابراہیم پیشوائے امت اور خاص اللہ کے فرمانبردار تھے۔

سورہ نحل کے اندر ہے

فاتبعوا ملة ابراهيم حنيفا (آل عمران) اے توحید پرستو! ابراہیم کی ملت حنیف کی اتباع کرو۔

اور فرماتا ہے

دينا قيما ملة ابراهيم حنيفا خالص ومخلص ابراہیم کی امت ایک محکم مذہب ہے

اور فرماتا ہے

هو اجتباكم وما جعل عليكم فى الدين من حرج ملة ابيكم ابراهيم هو سماكم المسلمين (ع پ ۱۷ ع ۲۲)

اللہ نے تم کو درجہ پسندیدگی عنایت فرمایا۔ اس نے تمہارے لئے دین کے بارے میں کوئی مشکل بات نہیں رکھی۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

حواس ادراک کرتا ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انسان آزاد ہے اور دجاجلہ کی عبادت سے آزاد ہے اور یہ عین فطرت انسانی ہے۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعوت ساری انسانیت تک نہیں پہنچ سکتی تھی اور اس لئے انھوں نے ایک ادارہ قوت پیدا کیا تاکہ قوت ادارہ کے ذریعے ان کی

بقیہ صفحہ گزشتہ:

اور فرماتا ہے

صدیقا نبیا (سورہ مریم) تم کو صدیق نبی بنایا ہے

اور فرماتا ہے

ولقد آتینا ابراھیم رشدہ (سورہ انبیاء) اور ہم نے اس زمانہ موسوی سے پہلے ابراہیم کو ان کی شان کے مناسب جوش فہمی عطا فرمائی تھی۔

قرآن حکیم نے اصولی حیثیت سے حضرت ابراہیمؑ کے رجحان سلطنت کو پیش کیا ہے جو درحقیقت ربانی تصور ہے ہمیں قرآن حکیم سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کو حکومت و امامت اعلیٰ سے اعلیٰ معیاری اور مکمل حکومت عطا کی گئی تھی۔ آغاز کار کی دشواریاں جب حل ہوگئیں تو روئے زمین کے مختار مطلق فرمانروا نے ان الفاظ میں حضرت ابراہیمؑ کی حکومت کا اعلان کیا۔ میں تجھ کو حکومت کا قائد اعلیٰ امام مقرر کرتا ہوں۔

اور فرمایا

انی جاعلك للناس اماما (بقرہ ع ۱۴) ہم نے تم کو لوگوں کا امام بنایا۔

اور خدا نے جلوہ دے کر فرمایا "میں ملک مصر تیری نسل کو دوں گا" (تکوین) ص ۱۲

قرآن حکیم اصولاً حضرت ابراہیمؑ کے رجحان کو پیش کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے حضرت ابراہیم کو حکومت کی امامت اعلیٰ سے اعلیٰ معیاری اور مکمل عطا کی گئی ہے۔ حکومت و سیاست کی فہم و بصیرہ عطا کی گئی ہے باطل دیوتاؤں، باطل قوتوں کو توڑنے اور زمین کی بادشاہتوں کو توڑنے کا اقتدار اعلیٰ دیا گیا ہے حضرت ابراہیمؑ کو اعلیٰ کارناموں کے بروئے کار لانے کا حکم ملا اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کو حق پسندیدگی عطا کیا گیا ہے اور نسل ابراہیمؑ کو اعلیٰ کارناموں کی تلقین کی گئی ہے اور امامت عظمیٰ کے طرز پر حکومت کی ذمہ داریاں عطا کی گئی ہیں۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے

وجعلنا ائمة یھدون بامرنا اوران کو ہم نے امام بنایا جو ہمارے حکم سے رہنمائی

بقیہ اگلے صفحہ پر

دعوت دی جائے اور فکر یات انسانیہ کے لئے عام ہو جائے اور ان کی اولاد کے ذریعہ یہ دعوت پھولے پھلے اور اس لئے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے جناب میں دعا کی اور اس سے لڑکا طلب کیا۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ عطا فرمائے اور ان ہر دوؑ کی جدا جداؑ دو مسجدیں بنائیں۔

بقیہ صفحہ گزشتہ؛

واوحینا فعل الخیرات؛ (پ۱۷ انبیاء ع۲۱) کرتے ہیں اور ہم نے ان کو حکم دیا کہ نیک کاموں کو انجام دیں۔

دنیا کے تمام صحیفے اور تاریخی نوشتے اس پر متفق ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے پیغمبرانہ عزائم اور سیاسی عواطف ایک مستقل قانون شریعت اور حکمت عملی کے تابع ہے۔

قرآن حکیم کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کی اجتماعی غلامی فرمانروائے وقت کے گھر میں حضرت موسیٰ کا پرورش پانا۔ سیاسی شعور کا بیدار ہونا، حکومت کا خداداد میلان، بنی اسرائیل کی غلامی کا احساس، دنیا کی ایک تاریخی قوم کی نجات کے لئے سازگار حالات میں نکلنا۔ مدین اور دیہات میں قدرت کا تابع ہو کر چند سال معاشرتی زندگی بسر کرنا۔ وادی مقدس میں "سینا" میں ربانی قوت سے فیض یاب ہونا۔ اور فیض یاب ہو کر اپنے بھائی ہارون کی معیت میں بنی اسرائیل کا شیرازہ منظم و ہموار کرنا۔ اور آخر الامر وقت کے جابر و ظالم شہنشاہ کے متکبرانہ دعویٰ کے مقابلہ میں جانا اور پھر فائز المرام ہو کر بنی اسرائیل کی شہنشاہیہ سے نجات دلا کر فطری حکومت قائم کرنا ایسے واقعات ہیں جن سے عہد موسیٰؑ کے سیاسی ماحول کا صحیح اندازہ لگ سکتا ہے۔

قرآن کریم میں قوم فرعون کے مقابلہ میں قوم موسیٰؑ کا ذکر موجود ہے اور ایسے مقام پر جہاں موسیٰؑ کو سیاست عامہ کی یہ اطلاع دی گئی ہے کہ محمد رسول اللہؐ سارے عالم کے لئے اس بالا دست ذات مقدس کے پیغمبر ہیں۔ جس کی سلطنت آسمان و زمین کے دائرہ پر حاوی اور محیط ہے۔ وہاں موسیٰؑ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون — ایک امت کھڑی کی گئی جو حق کی ہدایت کریں۔

(قرآن پارہ ۹ ع۱۰ اعراف) — اور اسی سے وہ عدل و انصاف کریں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بنی اسرائیل کے ارکان میثاق زبانی کے پابند تھے۔ خاص خاص واقعات جو بنی اسرائیل کے تھے۔ یہ ہیں۔ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے، نماز پڑھیں گے، زکاۃ ادا کریں گے، آپس میں خونی جنگ نہ کریں گے، ہم وطنوں کو جلا وطن نہ کریں گے اور بعد کو یہ زبانی معاہدہ ایک ایسے معاہدہ پر

بیت المقدس میں حضرت اسحٰقؑ کی مسجد تعمیر کی اور مکہ معظمہ میں حضرت اسمٰعیل کی مسجد تعمیر کی اور اولاد ابراہیمؑ میں جو آدمی بھی اولوالعزم ہوتا اور یہ محبوب رکھتا تھا کہ اس دین کے امام کا تذکرہ ہو اور ساری انسانیت میں اس کے دین کی نشر و اشاعت ہو۔ اور انہی اولوالعزم پیغمبروں میں ایک موسیٰؑ بھی ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰؑ

بقیہ صفحہ گزشتہ

پر مبنی تھا۔ جس کا تعلق قانون مدنی کی ایک عام دفعہ سے ہو سکتا ہے۔ فرمایا

لا تلبسوا الحق بالباطل — اور تم حق کو باطل سے تلبس نہ کرو۔

دنیا کا ہر حکم کسی اصل پر مبنی ہوتا ہے۔ اس حکم کی اصلیت خدا کے الفاظ میں وہ یادگار امتیاز ہے جس کی بنا پر خدا نے تمام عالم سے بنی اسرائیل کو چھانٹ لیا۔ فرمایا

انی فضلتکم علی العالمین : (بقرہ) — عالمین پر میں نے تم کو فضیلت دی

حضرت موسیٰ نے اول درجہ کی پیغمبرانہ ذمہ داریوں کے ساتھ کس طرح ایک اجتماعی ہیئت تنظیم کی۔ اور کس طرح ایک غلام قوم کو آزادی دلوائی اور اپنے کارناموں سے حکومت و سلطنت کے لئے راہ ہموار کی اس کا اظہار ناقابل تردید بیان سے ہوتا ہے، قرآن عظیم میں صاف صاف فرما دیا "کہ موسیٰؑ اپنی طاقت کو پہنچ گئے اور سنبل گئے تو ہم نے ان کو حکم دیا اور حکومت کا علم دیا۔

طائی حکومت کے خلاف حکومت راشدہ کا اعلیٰ طریقہ اور ان عناصر کے ساتھ قرآن نے یہ بھی بیان کر دیا کہ ان تمام کا مقصد قوت و طاقت کا حصول اور اپنی قوم پر اچھے عنوان سے حکومت کرنا تھا۔ چنانچہ فرماتا ہے :

فخذوھا بقوۃ وامر قومك یاخذواھا — اس حکومت کو اپنی قوت سے پکڑے رہو اور اپنی قوم کو امر کر دو کہ وہ بھی اسی حکومت کو پکڑے رہے۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضامندی حضرت موسیٰؑ، ہارونؑ اور بنی اسرائیل کے ساتھ تھی اس لئے حضرت موسیٰ نے نعرہ بلند کیا کہ میں غاصب طاقتوں کے مقابلہ میں جنگ کروں گا اور یہ مقابلہ روحانی قوت سے شروع ہو کر مادی طرز پر ختم ہوا۔ فرعون نامرادی کے دربار میں غرق ہوگیا۔ اور حکومت کی بربادی پر سانپ کی طرح بل کھاتا رہا۔ (زخرف)

حضرت موسیٰؑ کو خطاب کر کے فرمایا "اللہ تعالیٰ سے کمک مانگو اور برداشت سے کام لو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے زمین کا وارث بناتا ہے اور انجام کار خدا ترس نیکوکار

اپنی قوم میں اپنا دین شائع اور عام کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے کیونکہ جس قوم کو انھوں نے اپنے حواری، مصاحب، اور اعضاء بنایا تھا وہ تھوڑے سے آدمیوں میں محدود ہو کر رہ گئے اور جیسی اور جتنی کامیابی حاصل کرنا چاہتے تھے وہ نہ ہو سکی۔

بقیہ صفحہ گزشتہ:

انسانوں کے لئے ہے"۔ (سورہ اعراف)

اور وہ وقت قریب ہے اللہ تمھارے دشمن کو ہلاک کرے گا اور تم کو روئے زمین کی خلافت و حکومت عطا فرمائے گا۔

اس سے بھی زیادہ واضح اور قوی اعلان ہے جو حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے اسوقت جاری کیا جب ارض مقدس میں قوم کو داخل ہونے کا حکم دیا اور خطرناک انقلاب سے آگاہ کیا۔

چونکہ بنی اسرائیل فراعنہ مصر کی غلامی سے آزادی حاصل کر چکے تھے، اپنے وطن شام کی طرف سے چلے۔ عرصہ کی غلامی نے ان کو بزدل، بے ہمت اور انتہائی ذلت برداشت کرتے رہے اور حریت آزادی اور وطنیت کے تمام عواطف کھو چکے تھے۔ شجاعت و بہادری کیا چیز ہے اسے فراموش کر چکے تھے، دفاع کی تمامتر قوتیں مفقود ہو چکی تھیں۔

جب حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو آزادی دلوائی، اور انہیں لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے اور بنی اسرائیل کو خطاب کر کے کہا:

یا قوم! ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین	اے قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ۔ جو تمھارے لئے لکھ رکھی ہے اور اپنی پیٹھ کے بل واپس نہ لوٹو اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھو ٹوٹا پانے والوں میں سے ہو گے۔

تو ان لوگوں نے کہا

یا موسیٰ ان فیھا قوما جبارین وانا لن ندخلھا حتیٰ یخرجوا منھا فان یخرجوا منھا فانا داخلون	اے موسیٰ اس میں تو جبار لوگ رہتے ہیں اور ہم اس وقت تک اس میں داخل نہ ہوں گے کہ وہ خود بخود نکل نہ جائیں۔ اگر یہ لوگ اس شہر سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے۔

بقیہ اگلے صفحہ پر

حضرت موسیٰ نے چاہا کہ اپنی قوم کو مصر سے بیت المقدس میں لے جاکر آباد کریں۔ یہاں ان کے اصلی وطن میں اس کی تکمیل ہو۔ لیکن حضرت موسیٰؑ بیت المقدس تک نہ پہنچ سکے۔ اور راستے کے اندر ہی وفات پائی۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ جیسا کوئی اولوالعزم ان کے بعد پیدا نہ ہوا۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ

بقیہ صفحہ گزشتہ:

بنی اسرائیل یہ سمجھ رہے تھے کہ جابر جو دوسروں کی زمین پر قبضہ کر بیٹھے ہیں اپنے آپ چلے جائیں اور ان کو قوت استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہو۔

اس کی ان کو خبر نہیں کہ پیلے ہوائے مرض سرطان کی طرح جسم میں پیوست ہو جاتا ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ عمل جراحی کرکے وہ جڑ کاٹ دیا جائے لیکن افسوس کہ قوم یہی سمجھی کہ طاقت اپنی موت مرجاتی ہے۔

اس پر دو آدمیوں نے جو خدا سے ڈرتے تھے جن پر خدا نے بڑا احسان کیا تھا بنی اسرائیل سے کہا۔

قال رجلان من الذین یخافون انعم اللہ علیھما: ادخلوا علیھم الباب فاذا دخلتم فانکم غالبون وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین	ان دو آدمیوں نے کہا جو اللہ سے ڈرتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا تھا۔ تم اس شہر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو تم غالب رہو گے۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان لائے ہو۔

ان لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا

یا موسیٰ انا لن ندخلھا ابدا ما داموا فیھا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھاھنا قاعدون	اے موسیٰ ہم ہرگز ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک یہ لوگ اس میں ہیں۔ تم اور تمہارا رب جاؤ۔ اور ان سے قتال کرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

حضرت موسیٰ نے مایوس ہو کر کہا:

رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین	اے میرے پروردگار میں مری جان اور میرے بھائی کی جان کے سوا کسی کا مالک نہیں پس تو ہم میں اور اس قوم فاسقین میں جدائی کردے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا

فانھا محرمۃ علیھم اربعین سنۃ ــــ	یہ شہر ان پر چالیس سال تک حرام ہے ــــ

بلند ہمتی پائی جاتی ہو۔

ان کے بعد حضرت عیسیٰ آئے۔ انہوں نے چاہا کہ وہ حضرت موسیٰ کے قائمقام ہوں اور اس کو عام کردیں۔ لیکن یہود نے اس کو قبول و منظور نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے ایک جمعیۃ

بقیہ صفحہ گزشتہ

یتیھون فی الارض فلاتاس علی القوم الفاسقین — کہ یہ لوگ زمین کے میدانوں میں بھٹکتے پھریں — اے موسیٰ اس قوم فاسق سے ناامید ہو گئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے بادیہ اور صحرا میں ٹھکتا ہوا انھیں چھوڑ دیا تاکہ بزدل لوگ تیہہ میں بھٹکتے پھریں اور ختم ہو جائیں اور ان کی نسل جو پیدا ہو وہ بادیہ اور صحرا کی آزادی سے سرشار ہوں اور ظالم سے دور دور تربیت پائیں اور جو لوگ عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں ان میں پرورش پائیں اور ان میں وطنیت کی روح حاصل کریں اور عزت و شجاعت اور ہیئت انسانی کی فطری زندگی سے آشنا ہوں اور شجاعت و جہاد میں اقدام کریں۔

حضرت عیسیٰ ایک ایسے نازک دور میں گذرے ہیں۔ سلطنت ایران و فارس کا نڈر لیڈر بخت نصر اپنی بہادر فوج لے کر میدان میں آتا ہے۔ اس نے سرکش لوگوں کو بے پناہ سزائیں دیں۔ صدہا انسانوں کو گرفتار کیا۔ ارمیائی کو جیل سے رہا کیا۔ بیت المقدس کی بربادی کے بعد تمام قوم بے گھر و بے در ہوگئی اور ایک قوم کئی جماعتوں میں تقسیم ہوگئی کچھ لوگ حجاز چلے گئے کچھ یثرب مدینہ میں جا آباد ہوئے کچھ وادی القریٰ میں اور کچھ مصر میں جا بسے۔

خدا کی مقدس سرزمین پر عرصہ تک شیطانی، خونی واقعات ہوتے رہے بندگان خدا اس سرکش و طغیان کے لشکروں کے مقابلہ میں پاشکستہ ہو چکے تھے۔ قدرت الٰہی نے ایسے نازک زمانے میں آخری پیغمبر کے ظہور سے آل یعقوب کے آخری پیغمبر کو اصلاح حال کے لئے بھیجا۔

حضرت عیسیٰ اپنی پاک باز ماں سے طوائف الملوکی کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ مجوسی روایات کہتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ واقعہ اسکندر حملہ بابل سے ۶۵ سال بعد پیدا ہوئے اور اسکانیوں کی روایات کے بموجب سلطنت کے اکیاون سال بعد پیدا ہوئے اور عیسائی روایات کچھ اور کہتی ہیں۔ ان کی رو سے حضرت عیسیٰ اسکندر کے تین سو ترسٹھ (۳۶۳) سال کے بعد پیدا ہوئے۔

یہود عرصہ سے اصل نقطہ سے ہٹ چکے تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے پیغمبر ہونے سے انکار کردیا اور ان کی اپنی زبانوں میں بد سے بدتر گالیاں دیں۔ مقابلہ میں شدید سے شدید سازشیں کرنی

تبلیغیہ کی تاسیس کی تاکہ اس کے ذریعہ امتوں میں اس فکر کو عام کیا جائے اس کے بعد شرقی سلطنت روم نصرانی قائم ہوگئی اور ان کی کوشش یہ رہی کہ کچھ ایسی چیزیں پیش کی جائیں کہ یہود کامیاب نہ ہوسکیں اور نہ یہود میں ان چیزوں کے پھیلانے کی استطاعت رکھتے تھے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ :

شروع کردیں۔ آپ کو قتل کرنے کی تجویز اتفاق آراء سے منظور کرلی اور اللہ کا بندہ (عیسیٰ) اپنے اللہ کی بادشاہت کا اعلان کرتا رہا۔ ان یہود کے مقابلہ میں عیسائی، نصاریٰ پیدا ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اور روح القدس میں تقسیم کردیا۔ خدائے واحد کی توحید کا عقیدہ جو انسانی وحدت کے لئے بزلائینفک ہے اسے ثلیث کے پتھر سے پاش پاش کردیا۔

قرآن عظیم اور پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ آپ نے دنیا کے سامنے حضرت عیسیٰ کی حقیقی حیثیت پیش کی۔ انھوں نے کہدیا مسیح (عیسیٰ) پاک دامن مریم کے بیٹے ہیں اور دنیا میں وجیہہ ہیں اللہ کا کلمہ جو مریم کے اندر القاء ہوا روح اللہ کے خطاب سے سربلند ہوا۔ پیغمبر صالح صلاحیت مند سردار تارک الدنیا تھا۔ خدا کے احکام کے ساتھ دنیا میں بھیجے گئے۔ خدا نے روح القدس کو ان کی امداد کے لئے مقرر فرمایا اور خود انہوں نے تمام کو ایک کلمہ پر جمع کرنا چاہا۔ مگر قوم کا نظریہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اگرچہ موجود انجیل کہتی ہے آپ کی بادشاہی دنیا کے لئے نہیں تھی۔ آپ نے کوئی حکومت قائم نہیں کی آپ دنیا کے بادشاہ نہیں تھے۔ لیکن قرآن عظیم نے دنیا کو روشناس کیا۔ آپ نے اپنے سیاسی ماحول اور ذاتی اوصاف کے لحاظ سے حکومت الٰہی کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ آنے والی نسل کے لئے ایک فکر اور دنیا کے لئے ایک منشور چھوڑا۔ جس نے آخر کار کامیابی حاصل کی۔

مسلمان نہ حضرت موسیٰ کا انکار کرتے ہیں نہ حضرت عیسیٰ کا بلکہ انسانیت عامہ کے ان محسنوں کو مانتے ہیں۔ جنھوں نے خدا کے پیغام کے لئے روحانی ماحول پیدا کیا۔ اور دنیا کو اخوت دینی۔ آزادی و مساوات پر جمع کرنے کی کوشش کی۔ خواہ ان میں وہ ہوں جن کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ خواہ وہ ہوں جن کا نام ہمیں معلوم نہیں۔

حضرت عیسیٰ سے چھ سو برس بعد انسانیت عامہ کے سب سے بڑے محسن پیغمبر اسلام کا ظہور ہوا جب آپ نے کام شروع کیا اور آپ کے حکمبردار سپاہیوں نے گردن بلند کرکے دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالی تو ان کے قدموں کے نیچے راستہ صاف تھا۔ پوری تندہی و سرگرمی سے خدا کو راضی کرنے کی کوشش کی قرآن عظیم ان لوگوں کی شان میں کہتا ہے :

خلاصہ یہ کہ [redacted] کی حرکت قانی بنی اسرائیل کی تاسیس میں لگ گئی اور دین ابراہیم سے آگے نہ بڑھ سکے۔ لیکن انہوں نے عصیان و تمرد اختیار کیا، اور اس ملت کے خلاف بغاوت کی کہ اس کو بنی اسرائیل کے سوا کسی قوم میں اس کی نشر و اشاعت نہ کرنی چاہیئے۔

بقیہ صفحہ گزشتہ :

السابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ (توبہ ع ۱۲)

مہاجرین اور انصار میں جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اور سب سے پہلے وہ ایمان لائے اور وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے ایمان لائے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش۔

ایران و فارس نے اسلام سے پہلے چار سلطنتیں دیکھیں۔ دیکھو تاریخ الامم والملوک طبری ج ا ص ۹۸
بیشدادی[۱]، کیانی[۲]، اشغوانی اور ساسانی[۴]، ساسانی دور سلطنت میں پیغمبر اسلام کی ولادت ہوئی

ہندوستان، ہندوستان کے متعلق تاریخی طور پر کچھ کہنا مشکل و دشوار ہے، یہاں مذہبی اور سیاسی میلانات کی تاریخ کا بڑا حصہ قیاسی و روایتی ہے۔

ہندوؤں کی روایتی کہانیاں یہ کہتی ہیں دو ہزار قبل مسیح اجودھیا میں سورج بنسی خاندان حکومت کرتا تھا اور پریاگ الہ آباد کے قریب برسٹھان پر پورا قبضہ تھا۔ جھونسی اور ستنا پور میں یہ چندر بنسی حکومت کرتے تھے۔ اور ۵۰۰ قبل مسیح میں ویشالی راج تھا۔ اس پر مہابیر کا باپ راجہ سدہارتھ حکومت کرتا تھا۔ اس زمانے میں کپیل وستو نیپال میں راجہ سدھودھن شاکیہ کے گھر میں گوتم بدھ پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ۳۲۲ قبل مسیح میں چندر گپت کی حکومت قائم ہوتی ہے۔ چندر گپت کے پوتے اشوک نے بدھ حکومت کو ٹیکسلا افغانستان، بلخ، بخارا، بلوچستان تک وسیع کیا۔ اور یہ حکومت ظہور اسلام کے وقت تک مختلف علاقوں میں باقی تھی۔

۱۰ قبل مسیح چین کا خانہ بدوش یوچی قبیلہ کابل کی راہ سے ہندوستان پہنچا۔ اس نے کشن خاندان کی حکومت قائم کی۔ دیکھو مہابھارت ورمن۔ آدی پرب باب ۱ ص ۱۱۔

اسلام سے پہلے تاریخ عالم کی یہ مشہور حکومتیں سلسلہ بلسلہ قائم ہوتی رہیں۔ ایک حکومت ختم ہوتی دوسری حکومت منظر عام پر آتی رہیں۔ آخر اسلام کا ظہور ہوا۔ اسلام نے ان تمام سلطنتوں اور حکومتوں کے

جب حضرت عیسیٰ یہود سے ناامید ہوگئے ایک جماعت کو لے کر ان سے علیحدہ ہوگئے کہ یہ جماعت فکر حنفیہ کی تمام عالم میں نشر و اشاعت کرے۔ اور اپنے حواریوں سے عہد و پیمان لیا کہ اس کی اشاعت کو وہ عام کردیں گے اور اس سے ان کے اندر دو ملتیں جدا جدا پیدا ہوگئیں۔ ایک مخصوص و مختصر بنی اسرائیل

بقیہ صفحہ گزشتہ:

بادشاہوں، فرمانرواؤں کو فطری حکومت کے نظریہ اور نظام اساسی کے دستور العمل سے آگاہ کیا۔ فارس روم، اور ہندوستان کی خراب و خستہ، پریشان کن تنظیمات ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ اور خدا کی حکومت کے اوصاف ظاہر ہونے کے لئے ایک وسیع ترین میدان مل گیا۔

حضرت پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے اوصاف اور اجتماعی برکات پر جس قدر غور کیا جائے آپ کی عظیم الشان شخصیت کے سامنے نگاہ عقیدت جھک جاتی ہے۔ چھٹی صدی عیسوی سے پہلے بڑے بڑے فرمانروا، بادشاہ، راجہ مہاراجہ پرشکوہ خطابات کے ساتھ دنیا کے اجتماعی نظام پر قابو پاکر نام پیدا کرچکے اور ناکام و نامراد گئے ہیں۔

جب چھٹی صدی عیسوی میں سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو دنیا فطری قوانین اور ایک آسمانی دستور العمل، اجتماعی پروگرام سے آشنا ہوئی آپ نے اس کے بعد فوراً ایک امت کی تشکیل کی۔ اور خدا اس تشکیل سے خوش ہوا۔ اور قرآن حکیم کے اندر جو اس فطری حکومت کا آئینہ ہے اس جماعت کے متعلق فرماتا ہے۔

السابقون الاولون من المھاجرین والانصار۔ والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ	مہاجرین اور انصار میں جن لوگوں سے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اور سب سے پہلے وہ ایمان لائے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش ہیں۔
(توبہ ع ۱۲)	

جب پیغمبر اسلام کا ظہور ہوا۔ اور نظام جمعیۃ انسانی فطرت کے ڈھانچوں میں ڈھال کر پیش کیا تو تمام جاتے نظام ختم ہوگئے پچیس ۲۵ سال کی مدت میں دنیا بدل گئی۔ سالہا سال کی حکومتیں، زمانہ دراز کے خیالات، عرصہ مدید کی تنظیمات ختم ہوگئیں، ساری عمر کے دشمن دوست ہوگئے، صدیوں کے جنگجو قبائل ایک امت بن گئے، ایک دوسرے کے قتل کرنے والے ایک دوسرے کی جان کے محافظ بن گئے۔ تمام

کے ساتھ تھی اور دوسری غیر بنی اسرائیل میں نشر و اشاعت کرتی تھی۔

حضرت ابراہیم یہ جزم و یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو ضرور پورا کرے گا ان کی اولاد میں ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو اس دین حنیف کو روئے زمین پر قائم کریگا اور اس کو پھیلائے گا اور ان کی فراست یہ کہتی تھی کہ ایسا آدمی اولاد اسمعیلؑ میں ہوگا اور اسی لئے انہوں نے حضرت اسمٰعیل کو ایسی وادی اور ایسے جنگل میں آباد کیا جہاں زراعت نہیں ہوتی تھی۔ یہ اس لئے کہ ہر امت

بقیہ صفحہ گزشتہ:

بھلائیاں نمودار ہوئیں، تمام برائیاں ختم ہوگئیں۔ اسلامی حکومت کی تاسیس ہوئی تو دنیا میں جو سب سے برے تھے وہ سب سے اچھے ہوگئے۔ خدا کی شان ہے پلک جھپکتے ہی ساری دنیا میں ایسا انقلاب ہوا کہ اس سے بہتر انقلاب نہ تاریخ نے دیکھا، اور اسلام سے الگ ہوکر آئندہ کی تاریخ دیکھے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ زندگی میں حکومت کی ذمہ داریاں، قوموں کی امامت، سیاسی آثار موجود تھے جن سے اشارہ ہوتا ہے کہ اس جلیل وعظیم ہستی نے دو باتوں کی طرف خاص اشارہ فرمایا ہے اسلام دنیا کی سب سے بڑی اور فاتح طاقت ہے اور مفاد عامہ صرف اسلام سے وابستہ ہے بشرطیکہ مسلمان مسلمان بن جائیں۔

ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم	اسی نے تم کو دنیا کے لوگوں میں سے انتخاب فرمایا ہے
فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم	اور دین کے بارے میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی۔
ھو سمٰکم المسلمین من قبل	تمہارے لئے وہی دین تجویز فرمایا ہے جو تمہارے باپ
وفی ھذا لیکون الرسول شھیدا	ابراہیم کا تھا۔ اس قدر نے اگلی کتابوں میں پہلے سے تمہارا نام
علیکم وتکونوا شھداء علی الناس	مسلمان رکھا اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول تمہارے مقابلہ
فاقیموا الصلاۃ وآتوا الزکاۃ واعتصموا	میں گواہ ہوں اور تم دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو تو تم
باللہ ھو مولٰکم فنعم المولٰی	نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ ہی کا سہارا پکڑو۔ وہ بہت
ونعم النصیر۔	بڑا کارساز اور بہت اچھا مددگار ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس پر دنیا کی تاریخ شہادہ دیتی ہے اور دنیا جہاں کے لوگ اس کا اعتراف کرتے ہیں ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا: ۱۲۔ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودہردی کان اللہ لہ۔

ہر ملت، ہر قوم جو زراعت پیشہ ہوتی ہے ان میں وطنیت داخل ہو جاتی ہے۔ اور جب ان کے اندر عقیدہ وطنیت پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بہت سخت ہوتا ہے اور اس پر تمام منجمد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وطنیہ ان کو سب سے علیحدہ کر دیتی ہے اور ان پر نسلیۃ غالب ہو جاتی ہے اور جب ان کے آباؤ اجداد کی کچھ اولاد غیر وطن کو وطن بنالیتی ہے۔ ان بھائیوں کی مصلحت وطن، مصلحت وطنیہ پر غالب نہیں ہوتی۔

اور حال یہ ہے کہ جب کوئی ملت اعتقاد حقہ پر قائم کی جاتی ہے اور اس کا کچھ حصہ صاحب ثروت اور بے شمار مال اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ یا کسی کو زمین کا بڑا حصہ مل جاتا ہے تو غیر وطن میں لوگ اس کو اہمیت نہیں دیتے۔ اگر چہ یہ مصلحتیں مصلحت وطن کے خلاف پڑتی ہوں۔ تو لوگ ان کی ملت ہی سے کیوں نہ ہوں

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل کو بادیہ میں سکونت کے لئے مجبور کیا تو گویا حضرت ابراہیمؑ نے یہ ارادہ کیا کہ ان لوگوں میں عصبیت وطنیہ نہ پیدا ہونے پائے بلکہ ان میں اپنی ملت کی مصلحت پرورش پائے اور یہ ان کو محبوب و پسندیدہ تھا۔

حضرت ابراہیم اپنی فراست سے یہ اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اولاد ابراہیم سے "مکہ" میں ایسی ملت پیدا ہوگی اور اسے فوز و فلاح حاصل ہوگی۔ گو بہت سے لوگوں نے اس مقصد کے لئے کوشش کی۔ لیکن وہ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور اس لئے ان کو کامیابی حاصل نہ ہوئی کہ وہ تمدن کی ایسی قسم میں داخل ہو گئے تھے۔ اور یہی وجہ اور یہی سبب تھا جس کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اگر چہ حضرت موسیٰؑ کی شخصیت بہت بڑی تھی۔ اور کامل الہمت اور اولوالعزم تھے۔

اور جب حضرت عیسیٰؑ ان یہود سے جو ان کے پاس جمع ہو گئے تھے ان کی طرف التفات و توجہ نہ کی اور آپ دعوت آگے بڑھانے اور عام کرنے میں اپنے اقدام نہ کیا۔ اور آگاہ ہوئے کہ حضرت ابراہیمؑ کی فراست صحیح تھی کہ اولاد اسمٰعیل میں کوئی ہوگا جو اس کام کو انجام دیگا۔ تو انھوں نے ایک آدمی کی بشارت دی جو ان کے بعد ہوگا اور جو کچھ انہوں نے ارادہ کیا ہے اس کو وہ پورا کریگا۔ اس آنے والے کے متعلق اپنے حواریوں کو وصیت کی۔ لیکن حواری بھی یہودی تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ ناممکن تھا کہ ان کے سامنے اس کی تصریح کریں۔ اس وجہ سے جیسی تصریح ہونی چاہیئے تھی نہ کی۔ اور اس کو مبہم چھوڑ دیا اور انہوں نے کہا تو یہ کہا انی آتیکم الیکم (میں تمھارے پاس

پر آؤنگا) پر آپ نے اس کی تفسیر کی اتی ارسل الیکم فارقلیط وھو منی (میں تمھارے پاس فارقلیط کو بھیجوں گا اور وہ مجھ سے ہوگا) ۔

حضرت عیسیٰؑ وہی کہتے تھے جو خدا کی طرف سے ہوتی تھی ۔ جو بات انہوں نے خدا کی جانب سے کہی وہ یہی تھی "وہ مجھ سے ہوگا"۔ اور کہا تمھارے پاس وہ آئے گا ۔ اور تمھیں بہت سی چیزیں سکھائیگا ۔ میں اس وقت ان باتوں کو پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ۔ وہ زمین پر حکومت خداوندی قائم کریگا"

اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ بشارت و پیشین گوئی ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھی ۔ لیکن یہود اس پیش گوئی کے ماننے اور تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے اور وہ اس کو برداشت نہیں کرسکتے تھے اس لئے انھوں نے تاویل فاسد کرکے اس کو مسخ کر دیا ۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تبدیلی ان کے احاطہ قدرت سے باہر تھی ۔ کیونکہ جو شخص تورات اور انجیل کا مطالعہ کرتا ہے وہ حق کو ضرور جانتا اور پہنچانتا ہے اور ان باعیٔ یہودیوں نے جو کچھ لکھا اسے چھوڑ دیتا ہے ۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ [illegible]لم کہ جن کی آرزو حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ نے کی وہ انہیں کے لئے متعین تھی ۔ یہ بشارت و خوشخبری انہیں کے لئے مخصوص تھی ۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد متعین اور مقرر تھا کہ ایک ایسی حکومت قائم کی جائے جو تمام امتوں، ملتوں اور تمام قوموں پر حاوی ہو اور تمام امتیں، قومیں اور ملتیں اس حکومت حنیفیہ پر متحد ہو جائیں اور دنیا میں کوئی ایسی حکومت نہ ہو جو اس سے تعارض اور اس کا مقابلہ کرسکے ۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس اہم مقصد کو حاصل کرنے میں فائز المرام اور کامیاب ہوئے جب تم تین خلفاء ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے اعمال اور طریقہ حکومت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اور طریقہ حکومت کے ساتھ ملادو تو تمھیں یقین ہو جائے گا کہ ان خلفاء نے اس کی تکمیل کردی جس کا مقصد وارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا ۔[1]

قرآن حکیم نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کی بشارت اور خوشخبری میں ایک مثال پیش کی ہے وہ یہ کہ :

---

[1] اس سے مراد ایک قوی ۔ طاقتور حکومت کا قیام ہے ۔ اللہ اعلم ۔ ابو سعید سندھی

محمد رسول اللہ والذین معہ — محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ
اشداء علی الکفار رحماء بینھم الآیۃ — ہیں کفار پر سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اور طریق حکومت میں تم ملت ابراہیم کی روح پاؤ گے۔
ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ایسے اعمال پیش کئے کہ کسی نے اس کی مثال نہیں پیش کئے۔

قرآن حکیم ان اعمال کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کرتا، بلکہ ان کی نسبت واضافت آپ اور آپ کے ساتھیوں کی طرف کرتا ہے اور اس لئے ممکن نہیں کہ کوئی انسان ان کو اللہ، یا معبود اور بادشاہ کہے۔

جب تم قرآن حکیم کو اس نظریہ کے مطابق پڑھو تو تمہاری منتہائے نظر اس واقعہ کو ثابت کرتی ہے جو قرآن حکیم کے قریب تر ہے

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ دین میں سے ایک امام جس سے مراد امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہیں، ہم نے ان کی کتاب سے ایسی عبارتوں کا اقتباس کیا ہے جو اس مقصد کی طرف اشارہ کرتی ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں یہ ہماری نظریات نہیں ہیں بلکہ نظریات امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ہیں۔

تحدی قرآن کے معنی

بحمد اللہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قدرت دی ہے کہ توراۃ، انجیل اور پھر قرآن کو اس نظریہ پر منطبق کریں اور ساتھ ساتھ اس کا بھی اضافہ کریں کہ جن حکماء نے اپنی نظریات عقلیہ پر اعتماد کیا ہے انہوں نے انسانیت کے حق میں قرآن کے مانند و مثل کوئی رو ئیداد، دستور العمل پروگرام اجتماعی پیش نہیں کیا جو قرآن نے پیش کیا ہے اور یہی تحدی اور عاجز کرنے کے معنی ہیں۔ ان کو مخاطب کرکے فرمایا:

فاتوا بسورۃ من مثلہ (الآیہ) — اس کے مثل ایک سورہ تو تم لاؤ

اور فرمایا

قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ (الآیہ) — اے پیغمبر ان سے کہو کہ اگر جن اور انسان مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو اس کے مثل نہیں لاسکتے

ہم اس پر اور بھی اضافہ کرتے ہیں کہ ادیان صابئہ فرس وایران اور ہند وچین تمام کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تمام کے تمام اس مقصد کے ارد گرد اور دور دور گھومتے ہیں۔ البتہ ان میں ایسے آدمی انفرادی طور پر پائے جاتے ہیں جن کا مقصد انتہائی مدارج کمال ہے لیکن یہ لوگ اجتماعی دعوت جس پر تمام لوگ جمع ہو جائیں اس کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ تمام کو ابراہیمی دین پر جمع نہیں کر سکتے اور بحمداللہ ہم کو ہنود، ایران اور یونان اور چین کی کتابوں کی معرفت حاصل ہے اور ہم نے ان کو پایا کہ حنفاء اور اسلام کے مقابلہ میں پست ہیں۔

صاحب افکار کی فکریں گو ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اور فکر حق خاص فرد کرتے ہیں لیکن اجتماعیات کا حال دوسرا ہے۔ کسی ایک فرد سے یہ کام انجام نہیں پاتا جب تک اس کے ساتھ دوسرے نہ ہوں۔ اور دوسرے انسان اس کے ساتھ شریک نہ ہوں۔

اور بحمداللہ ہم دو سو برس کی ہندوستان کی تاریخ سے ناواقف ہیں، ہم خوب جانتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں میں حرکت اجتماعی موجود نہیں ہے۔ کوئی تحریک ایسی نہیں ہے جس تحریک کے ماتحت پیش قدمی کی جائے۔ مگر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے پیرو پیش قدمی اور اقدام کا مقصد رکھتے ہیں۔

اور ہندوستانی مسلمانوں کا طبقہ جو بلند اور عالی ہے اور جو دین حنیف پر مشتمل ہے وہ دیوبند اور آزاد طبقہ ہے مثلاً اہل حدیث ہیں۔ یہ گروہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی امامت کا اعتراف کرتا ہے اس پر ایک مقالہ "مجلۃ الجامعۃ" جو دہلی سے نکلتا ہے اس میں اس مسئلہ کی پوری تفصیل ہے جو شیخ اسلم مدرس جامعہ نے لکھی ہے اس سے مسلمانان ہند پہچان سکتے ہیں کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک بڑی شخصیت کے مالک ہیں اور اس مسئلہ پر انہوں نے پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔

اور الحمدللہ اس مسئلہ پر برسوں سے ہماری نظر و توجہ ہے اور صرف امام شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ پر ہماری نظر ہے۔

اور یہ اس لئے کہ امام شاہ ولی اللہ کا فلسفہ جس طرح مسلمانوں پر اثر انداز ہے ہندوستان کے ہندوؤں پر بھی اثر انداز ہے کیونکہ شیخ و امام ولی اللہؒ کا فلسفہ ہندوان ہند کے موافق ہے

بقیہ صفحہ ۴۰ پر